خواتین کی تعلیم وترقی اسوہ رسول اور تعامل امت کے تناظر میں

[ایک تقابلی جائزہ]

* ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ خداوند کریم کا پیغام پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے عورت ساری دنیا میں محکوم تھی اور کمترین سمجھی جاتی تھی۔ وہ بہت سے قانونی حقوق سے محروم تھی۔ اس وقت جو مذاہب وقوانین رائج تھے ان کی رو سے عورت مردوں کی اس قدر محکوم تھی کہ مذہبی امور تک میں حصہ لینا اس کے لئے ممنوع تھا۔ عورت ان کے نزدیک سرچشمہ گناہ تھی۔ عرب کی عورتوں کا حال بھی دوسرے ملکوں کی عورتوں سے کچھ بہتر نہ تھا بلکہ مقابلةً بدتر ہی تھا۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ اس کا کام صرف یہ تھا کہ قبیلے کی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے جفاکش سپاہی پیدا کرتی رہے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج بھی مفاخرت کے اسی جھوٹے تصور کا پیدا کردہ تھا۔ ان گنت بیویاں رکھنا بھی عام تھا اور اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ عورت کو حقوقِ مطلقاً حاصل نہ تھے۔ وہ کسی جائیداد کی وارث تک نہ ہو سکتی تھی بلکہ وہ خود بھی جائیداد کا ایک حصہ تھی کہ جب اس کا شوہر مر جاتا تو وہ شوہر کے بیٹے اور جانشین کے حصہ میں جائیداد کی طرح منتقل ہو جاتی اور وہ اس کی مرضی کے خلاف اپنی بیوی بنا لینے کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔

عرب معاشرہ میں عورت بے وقعت و بے وقار تھی۔ اس پر سب سے بڑی گواہی قرآن حکیم کی یہ دو آیات ہیں

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ. اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ﴾ (1)

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے''۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

عورت سے غیر انسانی سلوک کی وضاحت اس آیت میں بھی ہوتی ہے:

﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗ دَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴾ (2)

''جب زندہ دفنائی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماردی گئی''۔

عرب کے بعض قبائل میں نوازائیدہ بچیوں کو زندہ درگور دفن کرنا معیوب نہیں تھا۔قیس بن عاصم نے زمانہ جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں۔(3)

> عہد جاہلیت کا عرب معاشرہ ازاول تا آخر بگڑ چکا تھا۔لغو رسم ورواج کی پابندی نے ان کی خانگی زندگی کو باہمی اعتماد اور سچی خوشیوں سے محروم کر دیا تھا۔نکاح،طلاق،عدت،نفقہ،رضاعت اور دوسرے مسائل کا عائلی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔یہ ہر قسم کی معقولیت سے عاری تھے۔اسلام نے یک لخت پہلے نظام کو درہم برہم کر کے نہیں رکھ دیا بلکہ اس کی اصلاح کے لئے تدریجی اقدامات کئے تاکہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور عجلت میں کی گئی اصلاحات سے جو مشکلات پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان سے بھی کم سے کم سابقہ پڑے۔(4)

عورت قدیم وجدید جاہلی دور میں

یونانی دیومالا میں ایک خیالی عورت (Pandora) کو انسانی مصائب کا سبب قرار دیا گیا۔یونانی بیوی کا مقام نہایت پست تھا۔بچپن میں والد جوانی میں شوہر اور بڑھاپے یا بیوگی میں بیٹوں کے رحم وکرم پر تھی۔(5) رومی معاشرے میں باپ اور شوہر کو اختیار تھا کہ وہ عورت کو گھر سے نکال دیں۔شوہر بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔غلام کی طرح خدمت کرنا عورت کا مقصد تھا۔(6)

ہندومت میں عورت بالکل بے حیثیت ہے۔مشہور ہندو مقنن منوراج نے لکھا ہے:عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے،جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔(7) جھوٹ بولنا،فریب حماقت،طمع ناپاکی بے رحمی عورت کے جبلی عیب ہیں۔جھوٹ بولنا عورت کی ذاتی خاصیت ہے۔(8)

Ancient India کے مؤلف آر سی دت کے مطابق چھٹی صدی عیسوی ہندوستان کی اجتماعی حالت کا تاریک دور تھا۔عورت کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔عزت وعصمت باقی نہ رہی تھی۔مہا بھارت کے مطابق شوہر اپنی بیوی کو جوئے میں ہار جاتا تھا۔(9) اگر اس کا شوہر مر جاتا تو وہ زندہ درگور کی مانند ہوتی۔ بیوہ دوسری شادی نہ کر سکتی تھی۔شوہر کے انتقال پر وفا شعاری کے طور پر عورت ستی ہو جاتی۔(10) پروفیسر ودیا دھر مہاجن کے مطابق ہندو مت میں ذات پات کی پابندیاں نہایت شدید تھیں اور بیوہ کو دوسری شادی کا کوئی حق نہ تھا۔(11) سنسکرت میں لڑکی کو دوھتر (دور کی ہوئی) اور بیوی کو پتنی (مملوکہ) کہا جاتا ہے۔عورت کو مذہبی تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا۔(12)

یہودی روایات کے مطابق عورت ناپاک وجود ہے۔ بیوہ کو دوسری شادی کا حق نہیں۔کائنات میں گناہ کا سبب عورت ہے۔مرد عورت کی وجہ سے جنت سے نکلا اس لئے عورت ہمیشہ اس کی محکوم رہے گی۔(13) عیسائی تعلیمات کے مطابق عورت فریب کھا کر گناہ کا شکار ہوئی۔مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے ہے۔عورت شیطان کا آلہ ہے۔(14) جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت سے نکاح کے بعد مرد بہت سے شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔آنحضور ﷺ نے نکاح کے متعلق فرمایا:

((فانه اغض للبصر واحصن للفرج))(15)

''نکاح شرم گاہ اور نگاہ کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے''۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

> ''بعض معاشروں میں عورت کو سیادت تو حاصل رہی مگر وہ مرد کی خادمہ اور معاون کی حیثیت سے معروف رہی.......... ہندو یہودی عیسائی ایرانی یونانی رومی اور ایامِ جاہلیت کے عرب معاشروں میں اس کی حالت ناگفتہ بہ رہی ہے۔اسلامی معاشرہ میں البتہ اسے بلند مقام دیا گیا اور ذلت و پستی سے نکال کر اسے انسانی معیار تک لایا گیا''۔(16)

قرونِ وسطیٰ میں عورتوں کو مشرق و مغرب دونوں جگہ مرد کے مقابلہ میں تعلیم کے مواقع بہت کم میسر تھے۔ Wieth Knudsen کے مطابق عورت مطلقاً بے اختیار تھی۔(17) انسائیکلو پیڈیا آف ایجوکیشن کے مقالہ نگار Francesco Da Barberino کے مطابق اس دور میں تعلیم کو شریف خواتین کے لئے معیوب سمجھا جاتا تھا۔

تاجر وصنعت کار طبقہ کی خواتین کو تعلیم کی قطعاً ممانعت تھی۔(18)

Short history of woman کے مطابق اعلیٰ خاندان کی خواتین کو تعلیم کی معمولی شد بد حاصل تھی۔ ان کا منتہائے علم داستانوں اور عشقیہ افسانوں تک محدود تھا۔(19)Victor Chopart کے مطابق انگلستان اور روم میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعلیم کی کچھ اہمیت نہ تھی۔(20) Kinght of latour landry عورتوں کے لئے معمولی تعلیم کو ہی کافی سمجھتا تھا۔لوگ اپنے وصیت ناموں میں لڑکیوں کی تعلیم کی بجائے ان کی شادیوں کے لئے رقم مخصوص کرتے تھے۔(21)

تعلیم نسواں اور اسلام

اس قدیم انسانی اور موجودہ مغربی اور مسلم معاشرے کے برعکس اسلام خواتین کو انسانی شرف، اعلیٰ سماجی مقام، مکمل معاشی تحفظ اور علم واخلاق کے ذریعہ سے اس کے فطری ارتقاء کا داعی اور معلم ہے۔

> ''اسلام کا اعلان یہ ہے کہ عورت کوئی حقیر یا نجس وجود نہیں ہے وہ کوئی لایعقل اور بے مقصد ہستی نہیں وہ شیطان کی ایجنٹ یا گناہوں کی ٹھیکہ دار بنا کے نہیں اتاری گئی............ بلکہ جس نفس واحدہ سے مرد وجود میں آیا ہے اسی سے عورت بھی وجود میں آئی ہے۔جس طرح انسانی معاشرہ کا ایک اہم رکن مرد ہے اسی طرح معاشرے کی دوسری اہم رکن عورت ہے''۔(22)

آنحضور ﷺ نے نسل انسانی کے ان دونوں افراد (مرد و عورت) کی تعلیم و ترقی کے لئے یکساں اہتمام کیا............ کیونکہ تعلیم سے فرد کی ذہنی جسمانی اور روحانی تربیت ہوتی ہے اور فرد کو اجتماعی زندگی میں اپنا تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے۔ جہالت اور لاعلمی فرد اور اجتماعیت دونوں کے لئے بیرونی حملہ آور دشمن سے زیادہ خطرناک اور مضر ہے کیونکہ تعلیم کا مقصد فرد کو تمام فرائض بطریق احسن ادا کرنے کے قابل بنانا ہے۔(23) افلاطون (Plato)(347 تا427ق م) کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی قدرتی صلاحیتوں کو دریافت کر کے ان کو نشوونما دینا ہے۔اس کے شاگرد ارسطوAristotle (322 تا384ق م) کے مطابق معیاری تعلیم وہ ہے جو جسم اور عقل فعالی

اور عقل انفعالی کی تربیت پر مشتمل ہو۔ وہ غلام بچیوں اور عورتوں کو معیاری تعلیم دینے کے خلاف ہے کیونکہ ان میں بصیرت کی کمی ہوتی ہے۔(24) ایک اور مفکر نے معاشرتی نظم و ضبط کی کامیابی کو تعلیم کا مقصد قرار دیا ہے۔(25) Sir Percy Nun نے تعمیر کردار حیات کامل بسر کرنے کا طریقہ اور اچھے جسم میں اچھے ذہن کی نشوونما کو تعلیم کے مقاصد میں شامل کیا ہے۔(26)

بقول شبلی (م1332ھ/1914ء) نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح کائنات کا سب سے بڑا مقدم فریضہ ہے۔ تمام فضائل اخلاق کے اصول و فروع کی نہایت صحیح تشکیل اور پھر ان کی عملی تعلیم رائج کی جائے۔ دنیا میں اس مقصد کے لئے وعظ و نصیحت، اخلاق حسنہ کے موضوع پر کتب تصنیف کی گئیں یا پھر جبری طریقہ کو اپنایا گیا لیکن سب سے زیادہ صحیح کامل اور عملی طریقہ یہ ہے کہ فضائل اخلاق کا ایک پیکر مجسم سامنے آ جائے جو ہمہ تن آئینہ عمل ہو جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصانیف کا کام دے لیکن انسانی تاریخ میں صرف ایسے نفوس قدسیہ موجود ہیں جو فضائل اخلاق کے کسی خاص صنف کے نمونہ تھے۔

مسیحی مکتب فکر میں حلم تحمل صلح عفو قناعت تواضع کی تعلیم ہے حکومت و ریاست کی تعلیم نہیں ہے۔ جناب موسیٰ اور نوح علیہم السلام کے اوراق تعلیم میں عفو عام کے صفحے خالی ہیں۔(27) تاریخ انسانیت میں صرف آنحضور ﷺ کی ہستی وہ منفرد ذات ہے جن کا پیغام ہر دور ہر مقام اور طبقہ انسانیت کے لئے مکمل جامع محفوظ اور عملی رہنمائی کا سامان رکھتا ہے۔ آپ کی بعثت میں ایک اتمامی شان اور تکمیلی رنگ ہے۔(28)

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے حضور ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"He was the only man in history who was supermely successful on both the religious and secular levels". (29)

آپ کی بعثت سے قبل انسانیت لا ادریت Agnosticism اور ارتیابیت (Scepticism) کا شکار تھی۔ آنحضور ﷺ کے پیغام سے اتمام حجت اور قطع عذر کے تقاضے مکمل ہوئے۔ آپ جس طرح طبقہ رجال کے لئے نمونہ کامل ہیں اس طرح طبقہ نسواں کے بھی کامل ہادی و رہنما ہیں اس لئے تمام مومنین اور مومنات کے لئے آپ کی اطاعت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾(30)

''کسی مومن مرد وعورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو اس کام میں وہ اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں''۔

قرآن حکیم میں آنحضورﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان ہوئے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (31)

''تلاوت آیات، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت''

ان مقاصد اربعہ کے بیان میں قرآن حکیم نے مرد وزن کی تخصیص نہیں کی چنانچہ ان نبوی فرائض کی تکمیل کے لئے رنگ نسل خون جنس علاقہ کی تخصیص کے بغیر تمام انسانیت آپ کی مخاطب تھی۔

''معلم خیر نے اپنی تعلیم کو صرف ایک طبقہ تک محدود نہیں رکھا تھا بلکہ آپ معاشرے کے ہر طبقے کو استفادہ کا موقع دیتے تھے۔ خواتین نے مطالبہ کیا ہمیں بھی وقت ملنا چاہئے تو آپﷺ نے ان کے لئے علیحدہ وقت مقرر کیا ان کے مسائل کو بغور سنتے اور جواب دیتے تھے''۔(32)

عورتیں نہایت دلیری کے ساتھ آپﷺ سے بے محابا مسائل دریافت کرتی تھیں اور صحابہ کو ان کی اس جرأت پر حیرت ہوتی تھی لیکن آپﷺ کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں فرماتے تھے۔(33) آپﷺ نے اپنا منصب ان الفاظ میں بیان کیا:

((انما بعثت معلماً))(34) ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

آپﷺ کی تعلیم ہر لحاظ سے جامع اور ہر شعبہ زندگی پر حاوی تھی۔ مکی زندگی میں آپ ؐ کی تعلیمی سرگرمیاں نجی حیثیت سے اور مدنی زندگی میں نجی اور سرکاری ہر دو حیثیت سے جاری ہیں۔ مسجد نبوی آپﷺ کے علم کی نشر واشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ (م1423ھ/2002ء) لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ کی تعلیمی سرگرمیوں میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اہمیت دی گئی۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے مبارک عہد میں معلمین کی طرح معلمات کا بھی تقرر ہوتا تھا۔ حضرت ام ورقہؓ بنت عبداللہ اور حضرت عائشہؓ کا شمار عہد رسالت کی معلمات میں بجا طور پر کیا جا سکتا ہے"۔(35)

خود مدینہ کے اندر بہت سے قبائل آباد تھے۔ ہر قبیلہ کا الگ الگ محلّہ تھا اور ہر محلّہ میں ایک ایک مسجد تھی۔ امام ابوداؤد (م275ھ/889ء) نے اپنی کتاب المراسیل میں بسند لکھا ہے کہ صرف مدینہ کے اندر آپؐ کے زمانہ میں نو مسجدیں تھیں جہاں الگ الگ جماعتیں ہوتی تھیں ان کے نام یہ ہیں۔ مسجد بنی عمرو، مسجد بنی ساعدہ، مسجد بنی عبید، مسجد بنی سلمہ، مسجد بنی رائح، مسجد بنی زریق، مسجد غفار، مسجد اسلم، مسجد جہنیہ ان کے علاوہ متفرق روایات میں مختلف قبائل کی حسب ذیل مسجدوں کا اور پتہ لگتا ہے۔ مسجد بنی حدرہ، مسجد اُمیہ (انصار کا ایک قبیلہ تھا)۔(36)

قرآن حکیم آپ کا نصاب تعلیم تھا۔ چنانچہ کتابت علم وفن سے متعلق قرآن حکیم میں بہت ہی واضح الفاظ ملتے ہیں۔

1. **قلم**

﴿**الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ**﴾ (37) جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

2. **مرقوم**

كتابٌ مرقوم (38) اور ایک نشان کی ہوا دفتر ہے۔

3. **اسفار**

﴿**مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا**﴾(39)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے۔

ان الفاظ قرآنی سے فن کتابت اور علم وکمال کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ حصول علم اور اس کی نشر واشاعت کے لئے قلم ہی سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا"۔(40)

کسی قوم میں کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا تعلیم کے سوا کسی اور غرض کے لئے نہیں ہوتا۔(41) نبوی معاشرہ میں عورت کو دنیا کا قیمتی متاع قرار دیا گیا۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((الدنیا متاع و خیر المتاع الدنیا المراۃ الصالحۃ))(42)

''دنیا کا بہترین سرمایہ صالح عورت ہے''

آپ نے خواتین کی تعلیم وترقی کے لئے سماجی اور معاشی ہر میدان میں ان کی رہنمائی کی بخاری کی روایت ہے:

((قام النبی ﷺ یوم الفطر فصلّٰی فبدا بالصلاۃ ثم خَطبَ فلما فَرغ نزل فَاتی النساء فَذَکرھُنَّ))(43)

''حضور ﷺ نے عیدالفطر کے روز نماز کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے مجمع میں گئے اور انہیں نصیحت کی''۔

((قالت النساء للنبیﷺ غَلبنا عَلیک الرجال فاجعل لنا یومً من نفسکَ فَوَعَدھُنَّ یومًا یَفھُنَّ فیہ فَوعَظَھُنَّ ....)) (44)

''عورتوں نے آنحضور ﷺ سے کہا کہ مردوں نے آپ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا آپ ہمارے لئے ایک مخصوص دن رکھیں آپ نے ہمارے لئے وعدہ فرمایا اس میں آپ ان سے ملے اور انہیں نصیحت کی انہیں صدقہ کا حکم دیا''۔

آپ نے اپنی دعوت وتعلیم کے ذریعے عورت کا احساسِ کمتری ختم کیا۔اسے گھر مال اور اولاد کی نگران اور ذمہ دار بنایا۔آپ ﷺ کا فرمان:

((والمرأۃ راعِیۃ علٰی بیتِ بَعلھا وولدہٖ وھی مسئُولۃ عنھم)) (45)

''بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی''

اس حدیث کا تقاضا ہے کہ عورت کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ ان فرائض کو بطریق احسن سرانجام دے۔ فرائض کو بطریق احسن ادا کرنے والوں کی قرآن حکیم میں تعریف کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (46)

''جو بات کو سنتے اور اس کے عمدہ پہلو پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی یہی عقل والے ہیں''۔

مفتی محمد شفیع (م1396ھ/1976ء) لکھتے ہیں:

''یعنی یہ لوگ عقل والے ہیں۔ عقل کا کام ہی یہ ہے کہ اچھے برے حق و باطل میں تمیز کرے اور حسن واحسن کو پہچان کر احسن کو اختیار کرے''۔(47)

مولانا امین احسن اصلاحی (م1418ھ/1997ء) لکھتے ہیں:

''یہ ان کی اس سلیم الطبعی کا بیان ہے جس کی بدولت وہ خدا کی ہدایت اور اس کی بشارت کا مستحق ٹھہرے.......... یہ بات توجہ سے سننے اور ہر اچھی بات کی پیروی کرتے رہے یہی لوگ عاقل ہیں اور عاقل ہی خدا کی یاددہانی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں''۔(48)

مولانا مودودی (م1399ھ/1979ء) لکھتے ہیں:

''یہ لوگ بات کو سن کر غلط معنی پہنانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اس کے اچھے اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں''۔(49)

اسی لئے آنحضورﷺ نے اولاد کو ادب سکھانے کی تاکید کی۔ آپﷺ کا فرمان ہے:

((اکرموا اولادکم واحسنوا ادبھم))(50)

''یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں ادب سکھاؤ''۔

عورت نسلِ نو کی مربی اور معلم ہے۔ قوموں کا مستقبل ماں کی تربیت کا فیض ہے۔

بقول اقبال (م1357ھ/1938ء):

از اموت پختہ تر تعمیر ما   در خط سیمائے او تقدیر ما (51)

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بیٹی کے احترام کا درس دیا کیونکہ بیٹی مستقبل کی ماں ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من کانت له اُنثٰی فلم یئدِها ولم یُهنَها ولم یُوثِر ولدهٗ علیها ادخله الله الجنة))(52)

''جس شخص کے ہاں بیٹی ہو وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اسے رسوا نہ کرے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

((من ابتُلِیَ مِنْ البنات بشیْ فاحسن اِلَیْهِنّ کُنَّ له ستراً مِن النّار)) (53)

''جو شخص لڑکیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا جائے پھر اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی''۔

((من عال ثلاث بناتٍ فادَّبَهُنَّ وزوّجهُنَّ واحسن الیهن فله' الجنة)) (54)

''جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی انہیں اچھا ادب سکھایا ان کی شادی کی ان سے حسن سلوک کیا وہ جنت میں جائے گا''۔

عورت کو معاشرے میں وقار عطا کیا۔ بیوی کے حقوق سے متعلق فرمایا:

((اطعموهُنَّ مـمّا تـاکلون واکسوهُنَّ مِمّا تکسون ولا تضربوهُنَّ ولا تُقبحُوهُنَّ)) (55)

''انہیں کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو انہیں پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو انہیں مت مارو انہیں برا مت کہو''۔

معاشرے میں اچھائی کا معیار خواتین سے حسن سلوک کو قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

((خیرکم خیرکم لِاهله وانا خیرکم لِاهلی)) (56)

''اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے اہل خانہ سے اچھا سلوک کرے اور میں اپنے گھر والوں سے اچھا برتاؤ کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں''۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

((خیار کم خیار کم لِنسائِہٖ)) (57)

''بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں''۔

خود آنحضورﷺ کے طرزِ عمل سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م 58ھ/676ء) کا قول ہے:

((کان فی مہنۃ اہلہٖ))(58) ''آپﷺ ہمیشہ اپنے گھر والوں کی خدمت کرتے''

حضور پاکﷺ کے حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاق کا اس قدر مشاہدہ اور تجربہ تھا کہ آپؓ فرمایا کرتی تھیں:

((کان خلقہ القرآن))(59) ''یعنی قرآن آپﷺ کا اخلاق ہے''۔

کامیاب پُرسکون اور پُر لطف ازدواجی زندگی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور شانِ رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴾ (60)

''اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی بے شک غور کرنے والوں کے لئے ان باتوں میں بڑی نشانیاں ہیں''۔

یہ باہمی تعلق درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت و حکمت اور قدرت کی نشانی قرار دیا ہے۔(61)

عورت کی اصلی ترقی دنیا میں حیاتِ طیبہ اور آخرت میں عطائے حسنات ہے۔ ان طیبات وحسنات کی بنیاد شرم وحیا پر ہے۔ اسلام شرم وحیا کا دین ہے۔ آنحضورﷺ نے شرم وحیا کو اسلام کا خصوصی وصف قرار دیا۔(62) اخلاقی تعلیمات میں شرم وحیا ایک ایسی اعلیٰ قدر ہے جو انسان وحیوان بلکہ کفر واسلام کے مابین فرق کرتی ہے۔

شرم وحیا سے متعلق اسلام کا نقطہ نظر مرد وزن سب کے لئے یکساں اور مبنی بر انصاف ہے۔(63) فلسفہ اخلاق میں شرم وحیا کی بنیادی اہمیت ہے۔

اخلاق دراصل انسانی کردار کی معیاری سائنس ہے.................. یہ ایک ایسا معیاری علم ہے جو انسانی کردار کو خیر وثواب کے نظریے سے پرکھتا ہے۔(64)

شرم وحیا انسانیت کی ایک مشترک اعلیٰ قدر ہے۔ حضور پاک ﷺ نے اسی اعلیٰ انسانی وصف کی تعلیم سے خواتین کی سیرت وکردار کو آراستہ کیا تاکہ وہ معاشرے کی ہوس کا شکار نہ ہو جائے۔ نسوانی تعمیر وترقی اور ان کی تہذیب وتربیت کے لئے ستر وحجاب جیسی نعمت عظمیٰ سے عورت کو محفوظ و مامون بنا دیا عورت کو قرآن حکیم میں **محصنۃ** یعنی خاندان اور معاشرے کی حفاظت میں باعزت زندگی گزارنے والی کہا گیا ہے۔(65)

چنانچہ غض بصر اور تحفظ عصمت کے لئے نیک عورت سے نکاح کا حکم دیا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے عورتوں سے بے تعلق رہنے کے لئے نکاح نہ کرنے کی آنحضور ﷺ سے اجازت مانگی لیکن آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔(66) ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا:

((لا صَرورةَ فی الاسلام))(67) ''اسلام میں مجرد رہنے کی اجازت نہیں''۔

عورتوں کے نکاح میں بلاوجہ تاخیر سے منع کیا۔(68) بیوی کے انتخاب میں دین دار عورت کو ترجیح دی۔ مناسب رشتہ ملنے پر لالچ اور خاندانی تعصب کی بناپر اسے رد کرنے اور شادی میں بلاوجہ تاخیر کرنے کو حضور پاک ﷺ نے معاشرے کے لئے بہت بڑا فتنہ قرار دیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

((الاّ تفعلو تکن فتنة فی الارض و فسادٌ عریض))(69)

''یعنی دین دار رشتہ ترک کرنے سے ملک میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا''۔

نکاح کے یہ فطری اور عمدہ ضوابط بھی نسوانی ترقی وتحفظ اور تعمیر واصلاح کا بنیادی وسیلہ ہیں۔ اصلاح نسواں دراصل اصلاح انسانیت ہے۔ سماجی تہذیب وشائستگی کی بنیاد ہے کیونکہ نسل انسانی عورت کی گود میں تربیت پاتی ہے اس لئے ماں کی گود کو اولین درسگاہ قرار دیا جاتا ہے۔

عورت کی تعلیم وترقی کے لئے پرامن ازدواجی زندگی کو آپ ﷺ نے یقینی بنایا۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ازدواجی زندگی میں عفو ودرگذر سے کام لینا انسانی گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ بیویوں سے حسن سلوک کے سیاق وسباق میں فرمایا:

﴿مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ﴾ (70)

''جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کو دور کر دے گا''۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُم﴾(71) ''اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا''۔

قرآن اپنے ماننے والوں کو بگڑتے ہوئے حالات (طلاق کے موقع پر) میں بھی حسن خلق کی تلقین کرتا ہے (72) حد تو یہ ہے کہ مرد کو مرتے دم تک عورت سے حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ مرد کو مرتے وقت بھی حکم ہے کہ وہ عورت کے حق میں اچھی وصیت کرے۔(73)

عورت سے حسن معاملہ کے لئے قرآن حکیم میں معروف کا لفظ استعمال کیا۔(74) یعنی شرافت کے قواعد اور دستور کے مطابق عورت سے حسن سلوک کیا جائے۔ اس کی تعلیم وتربیت تعمیر وترقی معاشی تحفظ سماجی وقار تمدنی اہمیت خاندانی توقیر مذہبی حیثیت طبعی صحت ذہنی آسودگی نفسیاتی سکون اور روحانی بالیدگی کے لئے تمام تر وسائل اور امکانی جدوجہد کو بروئے کار لایا جائے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿ولهُنَّ مِثل الّذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة﴾ (75)

''عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے''۔

البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ یعنی اس فضیلت کا تقاضا ہے کہ مرد زیادہ ایثار کرے۔ ابن کثیر (م774ھ/1373ء) نے لکھا ہے:

جیسے ان عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی ان عورتوں کے مردوں پر وہی حقوق ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کا لحاظ و پاس عمدگی سے رکھنا چاہئے۔(76)

عورتوں کے حسن سلوک کے لئے معروف کا لفظ 17 مرتبہ آیا۔

البقرہ 228-229-231 میں 2 مرتبہ 232-233 میں 2 مرتبہ 234-235-236-240-241 النساء 19-25 سورۃ الطلاق آیت 2 میں 2 مرتبہ آیت 6(77)

ان پاکیزہ قرآنی تعلیمات اور آنحضور پاک ﷺ کی عمدہ تربیت کا صحابہ کرام پر یہ اثر تھا کہ وہ اپنی ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر (م774ھ/1373ء) میں ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت ﴿ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف﴾ کو پڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباس (م68ھ/687ء) فرمایا کرتے

تھے میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔(78)

ترقی نسواں کا معاشی پہلو

معاشی تحفظ اور آسودگی انسان کے ایمان و عمل کے ارتقا اور اس کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ ہے۔ آنحضورﷺ نے غربت سے کفر کی طرح پناہ مانگی۔(79) آپﷺ نے عورتوں کی معاشی ترقی اور تحفظ کے لئے حکماء اور فلاسفہ کی طرح افکار و نظریات ہی پیش نہیں کئے بلکہ ایک عملی انسانی معاشرہ قائم کیا۔ بیوی کی حیثیت سے عورت کا حق مہر اور حق نفقہ مرد پر لازم قرار دیا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (80)

''اور عوتوں کے حق مہر خوش اسلوبی سے ادا کرو''۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(81)

''اور دودھ پلوانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہوگا''۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا﴾ (82)

''مومنو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ''۔

حدیث جبرئیل کے مطابق ایمان و اسلام کا سب سے اونچا درجہ احسان ہے۔(83) اہل خانہ پر خرچ کرنے والے کو قرآن حکیم نے محسنین میں شمار کیا۔ اس سے اسلامی سماجی اور معاشی اقدار کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (84)

''یعنی وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے''۔

مزید فرمایا:

﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ (85)

''مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیزگاروں پر حق ہے''۔

یعنی بیوی کی مالی معاونت اور کفالت سے انسان درجہ احسان تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ عورت پر ظلم کو خود اپنی ذات پر ظلم قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تمسکوھُنّ ضرارًا لتعتَدوا و من یفعل ذلک فقد ظَلَم نفسه﴾ (86)

''عورتوں کو اس نیت سے نکاح میں مت روکو کہ تم ان کو تکلیف پہنچاؤ یا زیادتی کرو جو ایسا کرے گا وہ خود پر ظلم کرے گا''۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف)) (87)

''اور تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ دستور کے مطابق ان کا لباس اور نفقہ تمہارے ذمہ ہے''۔

بیٹی کی تعلیم وتربیت اور کفالت کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامه انا وھو ھکذا واشار بالسبابة والوسطی فرجّ بینھما شیئا)) (88)

''جس نے دو لڑکیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے دن وہ شخص اور میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں آپ نے پہلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا''۔

آپ ﷺ نے بیوہ عورت کی کفالت کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا۔ (89) خواتین کو وراثت کا حق دیا۔ مرد خاندان کا کفیل ہے اس کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا۔ عورتوں کی اس قانونی حصہ داری میں بظاہر جو عدمِ مساوات سی نظر آتی ہے اس کی تشریح علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (م 1357ھ/1938ء) نے یوں کی ہے:

لڑکی کا یہ حصہ اس کی کسی فطری کمتری کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے معاشی واقع کے پیش نظر ہے اور اس مقام کی وجہ سے جو اپنے معاشرے کے نظام میں اس کو حاصل ہے۔ ''محمڈن لاء'' کے مطابق لڑکی اس جائیداد کی پوری طرح مالک تصور کی گئی ہے جو اس کو شادی کے وقت باپ کی طرف سے بھی ملتی ہے اور شوہر کی طرف سے بھی۔ مزید برآں مہر بھی کلیۃً اسی کی ملکیت ہوتا ہے جو اس کی مرضی کے مطابق معجّل ہو یا غیر موجل۔ اتنا ہی نہیں بلکہ مہر کی ادائیگی تک وہ اپنے شوہر کی ساری جائیداد اپنے قبضے میں رکھ سکتی ہے۔ ساری عمر کی کفالت کی ذمہ داری بھی (شادی سے پہلے باپ پر اور شادی کے بعد) شوہر پر ہے۔ اگر آپ اس زاویہ نظر سے قانونِ وراثت کے عمل کو دیکھیں تو آپ کو بیٹے اور بیٹیوں کے معاشی مرتبے میں کوئی مادی تفاوت نظر نہیں آئے گا بلکہ حق تو یہ ہے کہ وراثت کی حصہ داری میں بظاہر غیر مساوی نظر آنے والی یہ صورت ہی اصل میں قانونی مساوات مہیا کرتی ہے۔ ''پیرے کرابائٹس'' نے جو مصر کی مخلوط ٹربیونل کا سابق امریکی جج تھا اپنے ایک مقالہ میں جس کا عنوان ہے ''محمد ﷺ نے عورت کے لئے کیا کیا'' یہ اعتراف کیا ہے کہ حقوق نسواں کے سلسلہ میں محمد ﷺ کا شاندار کارنامہ وہ حق ملکیت ہے جو انہوں نے اپنی امت کی بیویوں کو عطا کیا۔ قانونی درجہ عورت کا بالکل وہی ہے جو اس کے شوہر کا ہے۔ جہاں تک ایک مسلمان بیوی کے حق ملکیت کا تعلق ہے اس کو وہی آزادی حاصل ہے جو کسی پرندے کو پرواز کی حاصل ہے۔ قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی رائے لئے بغیر اپنے مال و متاع کو جس طرح چاہے صرف کرے یا ٹھکانے لگا دے۔(90)

تقسیم ترکہ کے اس فرق میں ایک اور حکمت ایک اہم علمی نکتہ یہ ہے کہ 12 ذوی الفروض میں 4 مرد اور 8 عورتیں شامل ہیں۔ اس طرح مستحقین وراثت میں مرد اور عورت کی نسبت 1:3 ہے۔(91)

عورتوں کی معاشی کفالت کا فرض مرد پر عائد کرنے کے ساتھ آپ ﷺ نے عورتوں کو معاشی جدوجہد کرنے کی بھی اجازت دی۔ چنانچہ مسند امام احمد رحمہ اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں ہنر مندی کا آغاز عورت کی ذات سے ہوا۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جب جنت سے زمین پر اتارا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام روئی لے کر آئے اور حضرت حوا کو سوت کاتنے کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے اپنے اور جناب آدم علیہ السلام کے لئے لباس تیار کیا۔(92) آنحضور ﷺ کا فرمان ہے:

((خیر الھوا للمؤمن السباحۃ و خیر الھوا للمراۃ الغزل)) (93)

''مرد مومن کا بہترین مشغلہ تیراکی ہے اور عورت کا اچھا مشغلہ کاتنا ہے''۔

حضرت زینب بنت جحش (م20ھ/640ء) چمڑے کی دباغت کرتیں۔ سوئی کا کام کرنے اور مشکیں سینے میں ماہر تھیں۔(94) حضرت خدیجہ (م3 قبل ہجری/619ء) تجارت کے ساتھ ساتھ شراکت کی بنیاد پر کاروبار کرتی تھیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق اگر آپ جیسی رفیقِ سر و علن نہ ہوتیں تو عالم اسباب میں معلوم نہیں کہ اسلام کا آغاز بھی ہو سکتا یا نہیں اور بہت سے دیگر انبیاء سلف کی طرح آنحضور ﷺ بھی بہت محدود کارکردگی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے۔(95)

حضرت قیلہ ام بنی انمار بھی تجارت کرتی تھیں۔ آنحضور ﷺ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ جب کوئی چیز خرید کرو تو ایک قیمت لگا دو خواہ وہ چیز اس قیمت پر تمہیں ملے یا نہ ملے اور جب کوئی چیز فروخت کرو تو بھی ایک قیمت بتاؤ خواہ وہ چیز کوئی خرید کرے یا نہ کرے۔(96)

عہد رسالت میں خواتین باغبانی، کھیتی باڑی بھی کرتی تھیں اور باغات و کھیتی کی بیع و شرا (خرید و فروخت) بھی کرتی تھیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ (م71ھ/690ء) کی خالہ کو عدت طلاق کے دوران آنحضور ﷺ نے باغات کاٹنے اور فروخت کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باغ میں جاؤ کھجور کے درخت کاٹو اس رقم سے صدقہ کرو۔(97) حضرت عمرؓ (م24ھ/643ء) کے زمانے میں اسماء بنت مخربہ اور خولہ بنت ثویب عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔(98)

حضرت اسماء بنت ابی بکر (م73ھ/692ء) کھیتی باڑی میں اپنے شوہر حضرت زبیر بن عوام کی مدد کرتیں اور ایک اور صحابیہ اپنے کھیت میں چقندر کی کاشت کرتی تھیں۔(99) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م32ھ/652ء) کی زوجہ محترمہ نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں ایک ماہر اور کاریگر عورت ہوں۔ مختلف اشیاء بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ میرے شوہر اور بچوں کا کوئی ذریعہ آمدن نہیں تو کیا مجھے ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں خرچ کرو تم کو اس پر اجر ملے گا''۔(100)

زیاد بن سکن کے مطابق حضرت ام سلمیٰ (م59ھ/678ء) کے ہاتھ میں تکلا ہوتا ہے اور سوت کاتا کرتی تھیں۔ زیاد نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تکلا (محنت) انسان کو فاسد خیالات سے دور کرتا ہے کیونکہ

آنحضورﷺ کا فرمان ہے تم سے زیادہ اجر پانے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ طاقت والا ہو۔(101)

عہدِ رسالت میں عورتوں کی توقیر

قرآن حکیم سیرت الرسول کا سب سے اہم اور بنیادی ماخذ ہے۔(102) اس کتاب مقدس میں عہدِ رسالت کے تہذیب وتمدن کے متعلق بھی واضح اشارات ملتے ہیں۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً. وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (103)

''جو شخص نیک اعمال کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسے دنیا میں پاک زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے''۔

مولانا امین احسن اصلاحی (م1418ھ/1997ء) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اچھی اور پاکیزہ زندگی بسر کرانے کا یہ وعدہ دین و دنیا دونوں اعتبار سے ہے.......... یہ اہل ایمان کی روحانی بادشاہی ہے اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو ایمان کی قوت اور اس کی حلاوت سے ناآشنا ہیں۔آیت میں یہ وعدہ تصریح کے ساتھ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مذکور ہے۔بظاہر اس تصریح کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس کا ایک خاص محل ہے وہ یہ کہ اس دور میں جس طرح مسلمان مرد اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لئے نہایت کڑے امتحانات سے گزر رہے تھے اسی طرح بہت سی خواتین بھی اپنا ایمان بچائے رکھنے کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے تھیں اور ان کا امتحان کمزور عنصر ہونے کے سبب سے مردوں کے امتحان سے بھی زیادہ سخت تھا۔یہاں قرآن نے مردوں کے ساتھ خاص طور پر عورتوں کی تصریح کر کے ان کی دلداری اور حوصلہ افزائی کر دی کہ اگر انہوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی بسر کرنے کا عزم کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور پاکیزہ زندگی بسر کرائے گا۔شیاطین اس نعمت سے ان کو محروم نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ اس کا موقع ان کو نہیں دے گا''۔(104)

مردوزن کوعمدہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرانے کا وعدہ عہدِ رسالت میں سچ ثابت ہوا کہ عورت زندگی کے ہر شعبہ میں باوقار تھی۔ تاریخی حقائق سے ظاہر ہے اُم شریک غزیہ نے قبول اسلام کے ساتھ ہی تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ آپ یمن کے قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت سمیہ (6ق ھ) کا تعلق ایران کے علاقہ کسکر سے تھا۔ حضرت یاسر کی زوجہ اور حضرت عمار کی والدہ تھیں آپ پہلی مسلمان شہید خاتون ہیں۔

فاطمہ بنت خطاب ان چند قریشی عورتوں میں سے تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔(105) حضرت عمر (م24ھ/643ء) کی بہن تھیں حضرت عمر ان کی تلاوت سن کر مسلمان ہوئے ان کے متعلق حضرت اقبال (م1357ھ/1938ء) نے کہا:

توی دانی کہ سوز قرأت او
دگرگوں کرد تقدیر عمر را (106)

ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی حضرت ثویبہ تھیں یہ آنحضورﷺ کی رضاعی والدہ بھی تھیں۔ شفا بنت عبداللہ العدویہ حضرت عمر کی رشتہ دار تھیں حضرت عمر نے مدینہ کے بازار کی نگران انہیں مقرر کیا۔ ممکن ہے کہ وہ عہد نبوی میں یہ کام کرتی رہی ہوں ورنہ حضرت عمرؓ اتنی بڑی جرأت نہ کرتے۔ حضرت سعدی بنت کریز کی تبلیغ سے حضرت عثمان مسلمان ہوئے آپ ان کی خالہ تھیں۔

ام سلیم بنت ملحان غزوہ حنین میں شریک ہوئیں۔ ان کے شوہر ابوطلحہ ان کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ ام ورقہ حافظہ قرآن تھیں۔ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتی تھیں۔

ابن سعد کے مطابق مدینہ میں آنے والے وفود کا قیام وطعام بھی ایک انصاری خاتون کے گھر ہوتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور پاک ﷺ کی تربیت یافتہ خواتین کس قدر باصلاحیت اور باہمت تھیں۔

صحابیات اپنے شوہروں، ملازموں، لونڈیوں، رشتے داروں اور سہیلیوں کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں۔ حضرت اُم حبیبہ (م44ھ/664ء) بنت ابی سفیان کے شوہر عبداللہ بن جحش اور حضرت سودہ (م23ھ/643ء) کے شوہر سکران دونوں حبشہ جا کر مرتد ہو گئے لیکن یہ باعزم اور باحوصلہ خواتین اسلام پر قائم رہیں بعدازاں ان دونوں کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔